اینجانب

لگاکر چشمہ چشموں پر بناہے چارچشم اندھا
ہوائے استخوان خوری لیجائے بیاباں کو

حضرت شہ [illegible] عنوان گو ایک نجری مزاد شکاری کی مدح میں ہے گلاب [illegible] باز شکاریوں کے لئے برتا گیا۔ اینجانب نے کسی اگلے زمانہ میں پڑھا یا سنا تھا کہ شکار کار بیکاران است۔ اور لکھا تھا کہ معلوم نہیں کس [illegible] ۔ بزرگ سے کم سمجھتے کہ یہ قول ہے کہ شکار کار بیکاراں است حضرت شکار درشت سے بڑے جیدار ہیں۔ ساہانزوں کا کام ہے حضور اینجانب کا خیالی تجربہ تو یہ ہے۔ کہ کوئی انسان اور حیوان شکار سے گرد تک۔ اور کبھی بھیڑئیے عقاب وشیر تک اس سودائی خلل سے خالی نہیں۔ صرف ہم اور تمہارے بعض ناظرین دنیا میں لگا رکھتے ہوں تو بھلا دیکھتے ہمارے سو اسپ شکاری [illegible] باد شاہ نواب۔ مہاراجہ۔ ایسے یوں۔ نما نذر [illegible] کو دیکھو باتھی مارے۔ گینڈا مارے۔ شیر مارے۔ اور [illegible] بھینسا مارے [illegible] مارے۔ ریچھ مارے۔ سنگیلا مارے۔ پلے بڑے سانبھر مارے۔ سودی بیگناہ مخلوق خدا چیتا مارے۔ جوت جیسے راپ۔ نواب۔ اور صاحب لوگ [illegible] مارے۔ چیتا مارے۔ بھیڑیا مارے۔ [illegible] مارے۔ نیل گائے مارے۔ بارہ سنگا مارے۔ [illegible] مارے۔ ہرن مارے۔ چیتا مارے۔ سور مارے۔ غریب کو لٹکا مارے۔

گورے کرانی۔ [illegible] مارے۔ [illegible] مارے۔ ہرن مارے۔ [illegible] مارے۔ تیتر مارے۔ بٹیر مارے۔ سور مارے۔ [illegible] مارے۔ چلتے پھرتے الٹے مارے۔ [illegible] خواہ مخواہ موٹی مرغی مارے کالے کبوتر مارے [illegible] مارے۔ خرگوش مارے۔ اور بہت [illegible] مارے۔ [illegible] خاں [illegible] مارے۔ مچھلی مارے۔ [illegible] مارے۔ مچھر مارے۔ [illegible] مارے۔ [illegible] مارے۔ گھر کی عورتیں مارے۔

[illegible] بڑے بڑے گوز مارے۔ جہاں [illegible] مارے۔ [illegible] مارے۔

[illegible] مارے۔ [illegible] مارے۔ کان سلائی مارے۔ [illegible] مارے۔ [illegible] مارے۔

نا تجیاں۔ راہگیر مارے۔ تماشبین مارے۔ خالہ۔ پھوپی۔ چچی۔ ماں کے بیٹے بھائی اور جنوائی مارے۔

رنڈیاں۔ ساہوکار مارے۔ مفرد [illegible] مارے۔ اور برسات کی مکھیاں مارے۔ [illegible] کر دوں [illegible] کیا یہ سب کے سب بیکار ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بیکار ہیں ان سب لوگوں کے مصاحب۔ اردو اخباروں کے نامہ نگار یعنی شکاری [illegible] ہے [illegible] ۔ ساتھ پھریں [illegible] ہوں کے اور [illegible] کے شکار بھی [illegible] جن میں اندھیر اور جالے جس کو چاہا مار ڈالا۔ رات دن تیر تکوں پر مار۔ آئی تو مائی نہیں تو فقط چار پائی۔ اخباروں کے نامہ نگار [illegible] ان شکاریوں میں شامل ہیں۔ اردو میں ان لوگوں کو لنگا بھگت کہتے ہیں۔ یہی ذات شریف ہیں کہ [illegible] کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں۔ نہ خانگی چھوڑیں۔ نہ رنڈی۔ نہ ڈبلی چھوڑیں۔ نہ [illegible] ۔ وہ قصاب ہیں۔ تو یہ قصاب ہیں۔

گلیشہ چھیڑ بھی اچھی نہیں ہے

کیوں حضرت اینجانب [illegible] ورچھیڑ خانی بھی خوش کیا تھا۔ اور خوش [illegible] جس سے [illegible] تک سڑا دیا۔ اور [illegible] بھی ایسی کر اینجانب کے [illegible] ہوئی ہے جسکو اینجانب مضمون گند سے تعبیر کرتے ہیں حضرت اس گندی گند کو دماغ سے برھنہ نکال کے صفائی دکھا دیجئے دیکھو وبائی ایام ہیں۔ سرحد لاہور سے منہ [illegible] بعض مضمون کو بھیجتے ہوئے۔ اور تحریریں تو بہت سے بے تکے گرفتار ہوں گے ہمارا جیسے جس کی [illegible] میں [illegible] کو بھی مجبور کر دکھنا اچھا نہیں آجکل تو میونسپل کمیٹیاں بھی مزبلوں اور موری د ہانوں اور نالیوں کے [illegible] کرانیں ہمہ تن تندہی کر رہی ہیں۔ پھر آپ کس کمیٹی کے بھروسے اور کس دماغ کی [illegible] ہیں۔ جیسے [illegible] کی [illegible] کی صفائی سمجھے اور بہرہ دماغ کی کیا اینجانب اپکو بھی قلم دکھاتے رہیں یا انگشت شکر کہیں ناک پر انگلی تو نہیں رکھ بیٹھے اینجانب کو تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم انگشت دکھا دینگے آپ یہ فرمائینگے۔ [illegible] میں آئی اور [illegible] لائی گھر کہنے والے پہ کہیلئے کرے

[illegible] عذر چنچ انگشت عجماں دگرد

[illegible] کوئی یہ بھی صدا لگتی ہے [illegible] کہ بعض مرد زن اور بعض زن مرد اور بعض نہ زن نہ مرد [illegible] کون [illegible]

یاران ہم قالب

خبر یا واقعہ

اس سال کی لو اور گرمی نے بڑے بڑے سرد اور مرطوب مزاجوں کے چھکے چھڑا دیے۔ اور یہ گرمی کچھ ایسے قرینہ اور قاعدہ سے پڑی کہ گرم مزاج خلقت بھی چیں بول گئی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ آندھیاں بھی زور دار اور پے درپے آئیں۔ پورا ہوا نے پچھوا ہو کے بھی معقول خیر مقدم کیا۔ مگر اس ہفتہ میں ۹ جون کی رات بھی ایک انوکھی رات تھی۔ اگرچہ آندھیاں اس دنیا میں صدہا بار آئیں۔ اور ہزار ہا لوگوں نے دیکھیں۔ مگر یہ آندھی جس کی آمد کا ٹھیک وقت ۱۱ بجے رات کا تھا۔ کچھ ایسی کیفیت اور مصیبت ڈالنے والی تھی۔ کہ جس کا ذکر لفظوں میں ادا کرنا دشوار ہی نہیں بالکل غیر ممکن ہے اس آندھی کی مناسب رفتار طرز وہ لوگ بالکل نہیں جان سکتے ہیں۔ جو شہر کے اندر رہتے ہوں۔ اور چھوٹے چھوٹے گھروں میں زندگی بسر کرتے ہوں۔ مگر اس غریب مسافر سے پوچھئے۔ جو کسی لمبے چوڑے میدان میں ہو۔ اور جو اپنی منزل کا ایک حصہ طے کر چکا ہو۔ جہاں سے اکثر جلد اپنے ٹھہرنے کی جگہ پہنچنے کی امید، منزل مقصود تک پہنچنے کا خیال۔ اس آندھی کے معتدلانہ انداز، اور طرز ادا ناگفتہ بہ تھی۔ رک رک کے جھونکوں کی زیادتی تھم تھم کے ہوا کی تیزی۔ سنبھل سنبھل کے بادی تھپیڑے۔ اور ان تھپیڑوں کے ساتھ ناقابل برداشت ہوا کی تیزی۔ اور اس تیز ہوا میں زمین کی کنکروں اور پتھروں اور ڈھیلوں کی بوچھاڑ بہت ہی تکلیف خیز تھی۔ درخت، چھپر، کھپریل۔ بھلا ایسی آفت میں کیا ٹک سکتے ہیں۔ درخت تو جڑ سے اکھڑ اکھڑ کر دور دور تک جا پڑے۔ اور صدہا درخت بے پتے ہو گئے۔ کھپریل نے چھپروں کا جامہ پہنا۔ چھپر ایسے بگڑے کہ جھگیاں بن گئے۔ اور جھگیاں بچارے ہو کے بن گئے۔ نکلے اور کھپریلے اور چھپر اور جھگیاں اکھڑ کر اور گوندا ایسے غائب کہ ملتے ہی نہیں ہیں۔

کرسی اور میز قلم اور دوات۔ کاغذ اور دیگر سامان ضروری دیکھتے دیکھتے کسی اور حصہ میں روزنامچہ لکھنے کی غرض سے بھاگ نکلے۔

مگر خیریت یہ ہوئی کہ اس گرد و غبار کے ساتھ پانی نے اپنا سکہ ایسا بٹھا دیا۔ کہ ہوا گرد ہو گئی۔ خاک دب گئی۔ پانی بھی وہ موسلا دھار کہ اس بڑی مصیبت پر جو مسافروں پر تھی۔ ایک تازہ مصیبت اور لا یا۔ میدان اور وہ بھی اتنی دور تک پانی کے ساتھ ساتھ ہوا۔ اور ہوا کے ساتھ ساتھ پانی۔ عجب سماں تھا۔ جب وردہ کا چھا جاتا تھا۔ مزا نظر آتا تھا۔ جو سب لرزاں اور ترساں۔ دانت سے دانت بج رہے ہیں۔

پھر اس پر تاریکی۔ ننھے ننھے بچوں کو رلانے والی۔ اور بڈھوں اور جوانوں کو پریشان کرنے والی۔ بجلی کی چمک۔ اور دھک کی کڑک اور گرج کی آواز نانی کی یاد دلاتی تھی۔ اور اسی طرح ۲ بجے رات تک یہ رنگ قائم رہا۔

مزارعین۔ صبح ہوتے ہی کھیتوں میں کاشتکاران نے اپنے اپنے ہل لا ڈالے۔ اور تخم کی فکر میں دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ حشرات الارض بھی پیدا ہو گئے۔ مینڈکوں کی بھی جوانی نکل آئی۔ مینڈکوں نے غل غپاڑہ جھینگروں نے واویلا مچا دیا۔

سائل محمد رفیع الجمال

غزل بزبان چماری

کہا چلیاں نے خون کے لہر سے — لگا دوں آگ آؤ پر ستر رتے
ارے رجوا ڈراتا ہے کدھر سے — ڈرا تو باپ چودھری ہے نگر سے
میں لٹی جاتی ہوں منہ پھٹا ٹر سے — بچایا سور بدبو اپنے گھر سے
ذرا سے گھر دیں اس کو تو سمجھا — گرا جاتا ہے یہ موڑا گھر سے
جلا دوں آگ سے مونچھیں نہیں کی — نکالے تجھے ہیں ترچھی نظر سے
بھاگے میں جو بیٹی اپنے در سے — تو جاتا مر دوا اک اپنے گھر سے
کرم او بے حیا بد جوا کی مئیو — لڑکی کا میکہ تو اپنے خسر سے
ترے گھر میں ہے راجی ناستاری — کروں کیا کام میں اب اپنے سر سے
نذر دی کھائی تھی میں نے مزشام — نکالے نے نکالا اپنے گھر سے
عدالت میں بجا دن داد فریاد — ڈراؤنی امارت کے جبر سے
مجھے رسوا کیا گھر سے نکالا — مرا ابتلا ہوا رانکھوں کمر سے
مجھو ہنگلی کوڑا یا نگوڑا — وہ گھر را انگلتا ہے در بدر سے
کرانی نے دکھائی ایسی صورت — گرد دی گھول اوجھل بے نظر سے

ہرا جا ہو کچھ یہ میں نے لکھا
لکھا مضمون یہ خون جگر سے

غزل

نہیں درد دل کا دکھانے کے قابل — یہ قصہ مرا ہے سنانے کے قابل

کھٹمل کے مارے پڑی ہوں زمیں پر — کہ چیٹی نہیں ہے جلانے کے قابل

بچھڑوں کی روٹیا مدرہ کی دلیا — دکھاتی کوئی ہے پکانے کے قابل

چھنریا کی لیلی اوڑھیا کی چندی — کبھی ہے نکلو یا جلانے کے قابل

یہ مقدو میاں کی ذہانت کو دیکھو

لکھی ہے غزل یہ گوانے کے قابل — دادا بھوپال

بادل جو گرجے کیوں نہ ہنسوں قہقہے میں

مجھ کو گمان ہے کہ ترا قہقہہ نہ ہو

مولانا پنچ ذرا آپ بھی قہقہوں کا ادلا بدلا کر قہقہہ بازوں کو ٹھنڈا کیجے۔ اسے تو پھر دیر کیا ہے۔ مولانا پنچ قہ۔ قہ۔ قہ حضرت پنچ قہ۔ قہ۔ قہ بھیا تیج قہ۔ قہ۔ قہ۔ ارے کبھی کچھ قہ۔ قہ۔ قہ کا باعث بھی کہو گے یا مارے قہ قہ کے بول کبوتری بجاؤ گے۔ مولانا کچھ نہ پوچھو سنو۔ قہ۔ وہی وہی بچھڑ چلنے کے پرچے ہیں۔ قہ۔ قہ۔ قہ۔ ارے یار کیا قہ قہ قہ۔ اجی حضرت وہی چوتھے صفحہ میں قہ۔ قہ۔ قہ۔ پہلے کالم میں قہ۔ قہ۔ قہ۔ مونگل دہلوی کے نیچے ہمارا قہقہہ۔ قہ۔ قہ۔ قہ۔ حضرت اب بھی سمجھا یا نکالوں بٹر سے فلاں کی کیسی کارٹ۔ بیٹی سمجھا اور خوب سمجھا۔ خیر آخر آپ کا مطلب کیا ہے ابی حضرت پہلے پیٹ بھر کے ہنس لیجئے دو تب مطلب پوچھو قہ۔ قہ۔ قہ۔ قہ۔ قہ۔ ارے مولانا ہنستے ہنستے انتڑیوں میں بل پڑ گئے۔ مگر کیا ہنسی ہے کہ رکتی ہی نہیں۔ واہ خیر یہ مقال چھپنے شاباش قہ۔ قہ۔ قہ۔ ہا۔ ہا۔ ہا بھی دیکھو اب اونگیدن کی ٹھیر نہیں ہے۔ تو پھر اکٹھے ہو کر نہ جلیدن کا صینہ کرو تو میرے پیارے وسواز پنچ۔ ذرا مجھے اچھی طرح ہنس تو لینے دو کہ دل کی بھڑاس رفت وگزشت ہو جائے۔ خیر اگر آپ ایسے ہی اکتش نیلا ہیں۔ تو میں ڈرتے ڈرتے مگر یار ذرا ہنس لو اور ساتھ ہی ساتھ تم بھی سر ہلاتے جاؤ۔ خیر لو ہنسو۔ قہ۔ قہ۔ قہ۔ ہا۔ ہا۔ قہ۔ قہ۔ قہ۔ ہا ہا ہا۔ بس جی اچھا اب لیجئے سنئے۔

بچھڑ جون والے دہلی پنچ میں چوتھے صفحہ کے پہلے کالم میں "ہمارا قہقہہ" کے عنوان سے ایک مضمون شایع ہوا تھا۔ مسٹر پنچ پہلے تو میں اس گتھیوں کے سلجھانے میں غلطاں و پیچاں رہا۔ کہ شاعر شیریں مقال جناب

نرگس سہسرامی ہیں کون بہت کچھ عقلی گھوڑے دوڑائے اور دو ایک آدمی سے پوچھتا ہی جب یہ معلوم ہوا کہ ایک خان صاحب ہیں۔ مگر نامہ نگار کی اس قدر ہنسی کا مطلب نہ کھلا۔ اسی گھبراہٹ میں نامہ نگار صاحب کا نام نامی دیکھنے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ صفحہ اخبار سے غائب۔ یعنی ان کی ہستی نہیں کہ ایک جھلکی دکھا کر چل دئے۔ آپ کو برا لگا پھاڑ پھاڑ کر آنا چاہو کر دوسرے یا مان ہم قالب کا دل پڑتا ہے۔ مولانا پنچ برائے مہربانی آپ نامہ نگار صاحب کے اسم مبارک سے سرفراز فرمائیے۔ کیونکہ مجھ کو ان سے کچھ کہنا ہے۔

قہ قہ قہ۔ قہ۔ قہ۔ ماشاءاللہ استاد کیوں کیسی کہی ہے

ساقی اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر

پھر ملیں گے اگر خدا لایا

بقلم وہی پرانا آپ کا الٹو عاشق سہسرامی ارگھا

کیا کام غیر کا در جاناں کے آس پاس

الو نہ رہنے پائے گلستاں کے آس پاس

حضرت دشمن پھٹکار۔ ہاں بھیا لٹھ مار۔ یہی کہاں جاتے ہو۔ کیوں بھی ادھر ادھر کی گپ شپ۔ شپ کی غیب۔ [illegible] ذرا سنا دو۔ دو جست۔ جاسوس محل کی رنڈیاں اپنے کنوئے سے پانی بھر رہی ہیں۔ ہاں ہاں پھر پھر کیا جاسوس سے جاسوسنیاں ڈرتی ہیں۔ اجی یہ تو لڑائی ہوا ہی کرتی ہے۔ کئی حلقوں میں مقدمہ بازی شیطان راضی رہا ہے۔ ایک جاسوس کو سزا بھی ہو گئی تھی۔ اجی جاسوس کی بڑی ہوتی تھی قدر۔ جہاں جس کی رسائی نہیں۔ وہاں جاسوس بشکل معکوس موجود۔ راجہ۔ مہاراجہ۔ نواب۔ ٹھاکر۔ جاگیردار شہر بلیہ ہر دربار میں جاسوس کے بڑے بڑے امیدوار ایک پیادہ کم حیثیت کی حاضری میں حاضر۔ نقد جنس نذر کرنا ہے۔ جب میاں جاسوس حضور میں اپہونچے۔ کانا باتی کر کی بھینس پھٹکاری ماری حضور نے ہاں کر دی۔ ایلو کام ہو گیا۔ دیکھو جاسوس نے خوب دھما چوکڑی اور جھوٹ سچ کا اودھم مچا رکھا تھا۔ وہ زمانہ اب کہاں؟ دو ہی دو کی بات چیت ٹھیر گئی۔ جاسوسی کی ساری بازار میں بکی جس جاسوس کے ہزار خریدار تھے۔ اب کوئی پوچھتا ہی نہیں کہ کس کے کھیت کا مہتود ہے یا گل بادشاہ کے باغ کا ہے۔ جاسوس کلام

عہد گورنمنٹ انڈیا میں ایسا منحوس پکارا گیا ہے کہ جاسوس اپنے کو جاسوس کہنا فال بد خیال کرتا ہے۔ کیونکہ اب جاسوس کی مٹی خراب ہے۔ ہوا تو یہ حکمرانوں کی حضوری انکا کام پکارا جاتا تھا۔ سرچھوٹے بڑے انکے نام سے ڈرتا تھا۔ اگرچہ جاسوس ایک ادنیٰ چیز ابھی کے ضمن میں پکارا جاتا ہے لیکن اس کا اختیار وزارت سے بھی بڑھ چڑھ کر تھا۔ بعض امراء نواب تو اب بھی اپنی کم عقلی اور جبلی عادت سے جاسوس کے جھوٹے سر پر اٹھا کر بڑے اعلےٰ عہدہ کے ملنے کا بہانہ خیال کر کے اپنی طرف سے جھوٹی سچی باتیں انگریزوں سے گھڑ گھڑا نذر کرتے رہتے ہیں۔ مگر جاسوس دل کو مسوس تیلیفون کو کوس۔ پھوٹی قسمت کو رو رو سر پھوڑ رہا ہے۔ گو سائلوں کو ڈپٹی کی مت اپنی طرف ڈھارس دے رہا ہے۔ مگر دل میں دھکڑ پکڑ ہے کہ ہائے میری کمبختی ایام کی گردش۔ اب حکمران تک رسائی نہیں۔ ہائے کیا کروں۔ کیا نہ کروں۔ سنا بھیا لیٹر ادر سیاد تم نے تو بھی زمانہ کا نو دو سیا کھیل دکھایا ہم بھی دیکھتے ہیں۔ یہ وہی جاسوس کل جسکی سکونت جاسوسیاں جواہر طلائی زیور سے مثل گوندنی لدی رہتی تھیں یا اب جو لبہ پر تو بھی مٹی کا ہے۔ تم نے اس نام کو منحوس کیا ہے۔ یہ اسکی ابتدا تھی دھوم دھڑکے کی ہوئی۔ جیسا کہ ٹیلیفون کے پہلے تھی۔ اب تو حکمران اس سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ اکھوں دیکھا ہوں کہ کتنے ہی جاسوسی عہدوں نے کیا جسکی چاہی بھلائی کر دی جسکی چاہی برائی۔ جہان کسی بھلے مانس نے مٹی گرم نہیں کی رجمنٹ ہاتھ باندھ عرض کی حضور وہ بڑا ظالم رشوت خوار مفت کی تنخواہ پا رہا ہے حکم دیا نکال دو۔ پھانسی دو گھر بار ضبط کر لو۔ بس یہ کیا تھا۔ اب جاسوس کو ہم دیکھتے ہیں جو تیاں چٹخاتے در در مارے مارے پھرتے ہیں۔ سارے یار ہاں ستے اخبار جاسوس کو بھی دیکھا۔ آگرہ میں دو برس تک بقول اسکے جاری رہا لیکن جس مطبع سے نکلتا تھا۔ اس نے جواب دیدیا اب ریوڑی کے پھیر میں ساوڑی سے تیرہ چودہ دن سے جاری ہے۔ اپنے اصلاح کو خط بنانے کا سرخط لکھا ہے۔ کہتا ہے کہ حضور پر نور مصری دربار سنہ ۱۸۹۱ء میں کے حضور میں کوتوال حمید اللہ بیگ صاحب کو جانے سے جناب ہال بگ صاحب خواص نے روک دیا جھڑک دیا۔ ہم کہتے ہیں یقین نہیں کہ ہو۔ دھوکے سے بلا ثبوت محض بے اصل۔ پس یہی ایک بات اسکے دعوے کی صداقت کو کافی ہے کہ وہ کوتوال صاحب سے کہہ دے کہ وہ حقیقت روکا گیا تھا۔ ہم جانتے تھے انھوں نے پڑکا تھا۔ تو بس وہ سچ اسکا دروغ سمجھا۔ کوتوال صاحب کی دستی پرچہ اپنے پرچہ میں اسکا جملہ سند رہے کہ نقل کرے آج نہیں تیس دن سے۔ اس اگر لایا نہ کر دکھایا۔ تو حضور نکالنے یا بجنبت افواج معطا میں فیصلہ تجویز فرما کر سزا کرائیں۔ بس اور بس ؎

دوسری بات ایسا آپ جناب آپ کہاں۔ جی حضرت میں بھی آیا سا سر وقت آپ دونوں کی باتیں سنتے میں سن رہا جاسوس سے باقاعدہ جوابا بھی دیتا سنو میں کہتا ہوں کہ جناب آپکو کوتوال کی شہادت بہت جلد دلا کے دعوے ثابت کرنا کیا مشکل ہے۔ کوتوال صاحب کو حکم صادر ہو کہ تحریری شہادت سے حاضر ہو آپ تو سچے ہیں پھر تامل کیسا؟

راقم فقیر لطیف احمد از قصبہ ۔۔۔ الہ آباد

موسم بہار آگیا

بہت خوش ہیں گل و بلبل بہار آئی ہا ہا ہا	چمن میں جا بسو بلبل بہار آئی ہا ہا ہا
چمن پر چھا رہا ابر بہاری موسم گل ہے	ادھر سے ساقیا لا جام بہار آئی ہا ہا ہا
ہر اک گل سے عندلیب جام و دست ہجر ہے	تو بس ہنس کہ یہ فصل بہار آئی ہا ہا ہا
نہ چہرہ رشک گل ہیں ہیں خود شیدا گلرخیں	جبکہ جا سے گل بلبل بہار آئی ہا ہا ہا
مبادا عیش کے ہو دست تو گلشن میں نہیں باقی	ادھر سے بلبل کہا یہ گل بہار آئی ہا ہا ہا
جوانان چمن اور نرگس مشتاق ہے مشتاق	برائے سیر آ اے گل بہار آئی ہا ہا ہا

بطرح سہرا یکتو دہلوی

"لگا و طاقت کا ل میں سہرا"

الہی ہاں یہ محفل میں سہرا	کہ جلوہ آئے تھے جم محل میں سہرا
ترے سر ان تری وجاہت ۔ بجلی	لب کر او عطر گل میں سہرا
گر چہ ہوں سے دوالی ساری بلاؤں	کسی سے لالہ کہا مقابل میں سہرا
مریضان محبت باندھتے ہیں	شب فرقت میں اور وصل میں سہرا
کوئی دن دل کوئی فرقت میں کرتا	انہیں باتوں کی کیا محفل میں سہرا
یہ ہوا تمہید کہ جیسے کہ ہم نے	بڑی مشکل ہے یہ کل میں سہرا
کھلے جا ۔۔۔ پیش گل ان نسبد و ہو	کا نشہ ہے بہوئی محفل میں سہرا